خانہ بدوش ہے جبکہ ان کے مد مقابل سیاہ فام افریقی اپنی زمین سے چمٹے رہنے والے کسان ہیں۔ عشروں سے جاری خشک سالی نے زمین اور پانی جیسے قدرتی وسائل کے لیے ان کی صدیوں طویل مسابقت کی صورت حال کو مزید خراب کر دیا ہے۔ چاڈ اور سوڈان کے حکام کے مطابق پچھلے پانچ عشروں میں بارش میں چالیس فی صد کمی کے باعث دونوں گروہوں میں پانی کے لیے مقابلہ ہے۔اس کے نتیجے میں عرب خانہ بدوشوں کو پانی کی تلاش میں اپنے مویشیوں کو مزید جنوب میں لے جانا پڑا جبکہ یہ علاقہ بنیادی طور پر کسانوں کے قبضے میں ہے۔

اقوام متحدہ کے سیکریٹری جنرل بان کی مون اس بات سے اتفاق کرتے ہیں کہ آب وہوا کی تبدیلی نے سوڈان کے مسائل میں ایک کردار ادا کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں ''دارفور کا تنازع ایک ماحولیاتی بحران کی حیثیت سے کم از کم ایک حد تک آب وہوا کی تبدیلی کی بناء پر شروع ہوا تھا۔'' یہ بات انہوں نے "A Climate Culprit In Darfur" کے عنوان سے واشنگٹن پوسٹ میں ۱۶ جون ۲۰۰۷ء کو شائع ہونے والے اپنے ایک مضمون میں کہی ہے[۱]۔

رائٹر کی محولہ بالا رپورٹ کے مطابق ''کئی امدادی گروپوں کے بقول پانی کا مسئلہ صورت حال کو ابتر کرنے کے بجائے مفاہمت کا سبب بن سکتا ہے۔''

مشرقی چاڈ کے علاقے اِرِبا میں پناہ گزینوں کے دو کیمپوں کی دیکھ بھال کرنے والی فلاحی تنظیم کیئر انٹرنیشنل آفس کی سربراہ کیرولین سینٹ ملیوکس کہتی ہیں ''کیا پانی مسئلے کا واحد سبب ہے؟ ہر ایک واضح طور پر جانتا ہے کہ یہ ایک بہت پیچیدہ تنازع ہے۔لیکن اس کے ساتھ ساتھ آپ متحارب گروہوں کو دوبارہ جوڑنے کے لیے پانی کو استعمال کر سکتے ہیں....آپ کو پہلے دونوں گروپوں سے ایک مشترکہ ضرورت پر بات کرنی ہوگی اور اس کے بعد آپ ان سے دوسرے معاملات پر بھی بات کر سکیں گے جس سے تنازع کے دوسرے حل بھی سامنے آنا شروع ہو جائیں گے۔''

رائٹر کی رپورٹ میں دارفور میں زیر زمین پانی کے ذخائر کا انکشاف کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ ''دارفور

۱۔ دیکھیے:

http://www.washingtonpost.com/wp-dyn/content/article/2007/06/15/AR2007061501857.html

میں زیرِ زمین جھیل کی حالیہ دریافت نہ صرف یہ کہ پانی کی قلت کے مسئلے کے فوری حل کا ذریعہ بن سکتی ہے بلکہ یہ دریافت تنازع کے خاتمے کا ایک ممکنہ ذریعہ بھی ثابت ہوسکتی ہے۔مگر بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ یہ جھیل دارفور کے دشمنوں میں اضافہ کرسکتی ہے۔ چنانچہ 'دارفور: شارٹ ہسٹری آف اے لانگ وار' نامی کتاب کے مصنف ایلکس ڈی وال نے نیویارک ٹائمز سے اس موضوع پر بات کرتے ہوئے کہا کہ ''دوسرے تمام وسائل کی طرح پانی بھی رحمت بھی ثابت ہوسکتا ہے اور زحمت بھی[۱]۔''

ان معلومات سے پتہ چلتا ہے کہ دارفور کے تنازع کا اصل سبب ماحولیاتی تبدیلی کے نتیجے میں جنم لینے والے مسائل سے نمٹنے کے لیے مناسب اقدامات کرنے میں حکومت کی ناکامی ہے۔ جب ان مسائل کے باعث آبادی کے مختلف طبقوں میں پانی اور زمین کے لیے مسابقت شروع ہوئی تب بھی حکومت نے حالات کو سنبھالنے کے لیے کوئی نتیجہ خیز قدم نہیں اٹھایا حتیٰ کہ دارفور کی مقامی آبادی نے تنگ آ کر مرکزی حکومت کے خلاف ہتھیار اٹھا لیے۔اس مرحلے پر بغاوت کو کچلنے کی خاطر فوجی آپریشن شروع کیا گیا۔سوڈانی فوج نے جنجوید نامی قبائلی ملیشیا کے تعاون سے آپریشن شروع کیا اور یہ سلسلہ طویل ہوتا چلا گیا۔ بغاوت میں دو تنظیمیں پیش پیش ہیں۔ ان میں سے ایک سوڈان لبریشن موومنٹ (حرکۃ تحریر السودان) ہے اور دوسری جسٹس اینڈ ایکولٹی موومنٹ (حرکۃ العدل والمساوات) ہے۔ان دونوں گروپوں کے اندر بھی باہمی اختلافات کے سبب کچھ مزید چھوٹے گروپ پائے جاتے ہیں۔

سوڈان لبریشن موومنٹ/آرمی اور اس کا موقف

سوڈان لبریشن موومنٹ سیکولر عناصر پر مشتمل ہے۔اس کا مسلح بازو سوڈان لبریشن آرمی کہلاتا ہے۔ اس کے سربراہ عبدالواحد النور ہیں۔ وال اسٹریٹ جرنل میں ۱۸ جون ۲۰۰۸ء کو انہوں نے "Why We Won't Talk to Sudan's Islamo-Fascists" یعنی ''ہم سوڈان کے اسلامی فسطائیوں سے بات کرنے پر کیوں تیار نہیں'' کے عنوان سے شائع ہونے والے اپنے ایک مضمون میں اپنی تحریک کے پس منظر اور مقاصد پر روشنی ڈالی ہے[۲]۔دارفور تنازع کے ایک بنیادی فریق کا موقف اس کے اپنے الفاظ

۱۔دیکھیے: http://www.alertnet.org/db/blogs/1265/2007/06/30-100806-1.htm

۲۔دیکھیے: http://www.cmi.no/sudan/doc/?id=1011

میں ملاحظہ فرمایئے:

''بین الاقوامی برادری دارفور کی صورت حال سے خوف زدہ ہے۔ جبکہ کالے افریقیوں کے قتل عام کے دستاویزی ثبوت موجود ہیں اور اس کی مرتکبین...سرکاری فوج اور اس کی عرب ملیشیا... جانے پہچانے ہیں۔ لیکن اس تنازع کے سیاسی اسباب کے بارے میں آگہی کم ہے۔ مغربی ذرائع ابلاغ میں ایک مقبول نظریہ یہ ہے کہ یہ تنازع معاشی یا نسلی اختلافات کا نتیجہ ہے جو اس قدر پیچیدہ اور گہرے ہیں کہ ان کا حل آسان نہیں۔ یہ شاید خرطوم کی گمراہ کن مہم کی سب سے بڑی کامیابی ہے۔ اس طرح دنیا کو یہ باور کرا دیا گیا ہے کہ صورت حال اتنی الجھی ہوئی ہے کہ کوئی ایسی اپوزیشن نہیں جس سے بات کی جائے، اسی لیے بحران کا کوئی حل بھی نہیں ہے۔ اس غلط فہمی کی ذمہ داری میں کچھ حصہ ہماری پارٹی سوڈان لبریشن موومنٹ کا بھی ہے۔ ہم نے بین الاقوامی برادری کے سامنے صورت حال کی وضاحت کے لیے خاطر خواہ کوشش نہیں کی اور اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ ہم نے اپنے آپ پر بھروسہ کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔

جنرل عمر البشیر کی عرب اسلامی آمریت کی پر تشدد کارروائیوں کے جواب میں ہم نے ۱۹۹۲ء میں سوڈان لبریشن موومنٹ (ایس ایل ایم) کی بنیاد رکھی۔ ان کے نیشنل اسلامی فرنٹ نے اس سے تین سال پہلے ایک فوجی انقلاب کے ذریعے حکومت پر قبضہ کر لیا تھا اور اس کے فوراً بعد جنوبی سوڈان کی وادی نیل اور نیوبا کے پہاڑی علاقے میں افریقی آبادی کے خلاف ایک وحشیانہ جہاد شروع کر دیا تھا۔ ایس ایل ایم نے اس حکومت کے خلاف پورے سوڈان کے نسلی اور مذہبی گروپوں کے مردوں اور عورتوں کے تعاون سے ایک ایسی سیکولر جمہوری حکومت کے قیام کے لیے پر امن جدوجہد کی جو تمام شہریوں کو مساوی حقوق کی ضمانت دے۔ لیکن دس سال کے شدید ظلم وستم نے ہمارے لیے اس کے سوا کوئی راستہ نہیں چھوڑا کہ ہم سوڈان لبریشن آرمی کے نام سے اپنی تنظیم کا مسلح باز و تشکیل دیں۔ ہم نے اپنی مزاحمتی کارروائیوں کو دارفور پر مرتکز کیا جہاں مختلف مسلح گروپ الگ الگ ۱۹۸۰ء کی دہائی سے افریقی آبادی کو سرکاری فوج اور خرطوم اور طرابلس کی جانب سے مسلح کی جانے والی عرب ملیشیا کے حملوں سے تحفظ مہیا کرنے کی کوشش کرتے چلے آ رہے تھے۔ ہر قسم کی بیرونی امداد سے محروم سوڈان لبریشن آرمی نے دشمن سے ہتھیار چھین کر اپنے لیے اسلحہ فراہم کیا۔ ہماری ابتدائی کارروائیاں اتنی کامیاب تھیں کہ خرطوم بوکھلا گیا اور اس نے سب کچھ تباہ کر دینے

کی پالیسی کواور بھی شدت سے نافذ کرنے کے اقدامات شروع کر دیے۔

عورتوں اور بچوں سمیت چار لاکھ سے زیادہ شہری ذبح کیے جا چکے ہیں۔ان کی عزتیں پامال کی گئی ہیں اور انہیں لوٹ مار کا نشانہ بنایا گیا ہے۔دسیوں لاکھ افراد کو ان کی زمینوں سے نکال کر عرب آبادکاروں کے لیے جگہ حاصل کی گئی ہے۔قتل عام کی بیشتر کارروائیوں کے لیے جنجوید جیسی عرب ملیشیاؤں کو استعمال کر کے، خرطوم کو توقع تھی کہ اسے بین الاقوامی مذمت کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔مگر یہ اس تنازع کو سرکاری کارروائی کے بجائے خانہ جنگی باور کرانا، ایسی چال تھی جس کی حقیقت چھپ نہیں سکتی تھی۔

برسوں یہ جنگ تنہا لڑنے کے بعد، پچھلے سال میں نے دارفور کے حال زار پر بین الاقوامی برادری کو متوجہ کرنے، اپنی شہری آبادی کے تحفظ پر اسے قائل کرنے اور اس مقصد کے لیے اس کا تعاون حاصل کرنے کے لیے یورپ آنے کا فیصلہ کیا۔اگرچہ مغرب میں اب بہت سے لوگ ہماری جدوجہد سے ہمدردی رکھتے ہیں مگر خرطوم سے امن بات چیت کا سلسلہ بحال نہ کرنے کے حوالے سے میرے اوپر اب بھی نکتہ چینی کی جاتی ہے۔ بین الاقوامی برادری کے بعض ارکان بظاہر اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ بمباری کا نشانہ بنائے جانے کے دوران بھی بات چیت ہو سکتی ہے۔وہ امید رکھتے ہیں کہ ہمارا ہتھیار ڈال دینا خرطوم کو مطمئن کر دے گا اور سوڈان کے مسئلے کو حل کر دے گا۔لیکن ۲۰۰۴ء سے کم از کم ایک درجن مذاکرات ہو چکے ہیں جن کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ہم نے جنگ بندی کے کئی معاہدوں پر دستخط کیے ہیں مگر صرف اس لیے کہ وہ خرطوم کے ہاتھوں اپنی پامالی دیکھیں۔ہم کسی بھی دوسرے سے بڑھ کر سوڈان میں امن چاہتے ہیں۔اس کے باوجود ہم عدل وانصاف، آزادی اور برابر کے حقوق کے آئیڈیلز کو چھوڑنے سے انکاری ہیں۔

بعض مغربی ''حقیقت پسند'' سمجھتے ہیں کہ وہ ''استحکام'' جو خرطوم بزور قوت لا سکتا ہے، آزادی کے لیے ہماری مسلسل لڑائی کے مقابلے میں قابل ترجیح ہے۔یہ لوگ حقیقتاً یہ کہہ رہے کہ جمہوریت محض اہل مغرب کا حق ہے جبکہ ہم سوڈانیوں کو صرف زندہ رہنے کی اجازت مل جانے پر بھی شکر گزار ہونا چاہیے۔ لیکن ہم اختلاف کرنے کی اجازت چاہتے ہیں۔

کسی بھی بات چیت کے آغاز سے پہلے ہمیں تحفظ چاہیے۔اس کے لیے سب سے پہلے جنجوید کو